حضرت مولانا پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی
فاضل مدینہ یونیورسٹی

بیمہ کی شرعی حیثیت؟

عبدالرشید صاحب گجرات سے لکھتے ہیں:

"بیمہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جس کی تفصیل یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص بیمہ کمپنی سے ایک لاکھ روپیہ قیمت کا بیمہ کرتا ہے اور معاہدہ کرتا ہے کہ وہ یہ رقم بیس سال میں پانچ یا چھ ہزار روپے سالانہ کے حساب سے بالاقساط جمع کرائے گا۔

اب اگر بیمہ دار زندہ ہے، اور اس معاہدہ کے مطابق باقاعدگی سے قسطیں جمع کراتا ہے، تو مدت اور اقساط کے مکمل ہونے پر اس شخص کو جملہ رقم مع منافع کمپنی کی طرف سے واپس کر دی جاتی ہے۔ اور اگر بیمہ دار اس مدت کے دوران (خواہ ابھی اس نے ایک ہی قسط جمع کرائی ہو) کسی حادثہ کی وجہ سے فوت ہو جائے تو کمپنی اس بیمہ دار کے ورثاء کو معاہدہ میں طے شدہ رقم کا دوگنا اور جمع شدہ رقم کا منافع ادا کرتی ہے۔

اس قسم کی چند مزید صورتیں بھی ہیں — بہر حال ملتمس ہوں کہ اس کی شرعی حیثیت واضح فرما کر عنداللہ ماجور ہوں — والسلام!"

الجواب بعون اللہ الوھاب، اقول وباللہ التوفیق!

واضح ہو کہ اس قسم کی جملہ صورتیں ربوا یعنی سود کے ضمن میں آتی ہیں — ان کا نام بیمہ رکھ لیا جائے یا کچھ اور! — سود کی تعریف واضح ہے کہ تھوڑی چیز دے کر زیادہ وصول کرنا، یا تھوڑی مقدار میں چیز لے کر اس سے زیادہ ادا کرنا۔ سوال میں یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ بیمہ دار اور بیمہ کمپنی کے مابین طے ہونے والا یہ معاملہ اور معاہدہ کیسا ہوتا ہے؟ نیز اس رقم کی حیثیت بھی متعین نہیں کی گئی کہ رقم تجارت کی غرض سے دی گئی ہے یا

بطورِ امانت یا قرض؟

اگر یہ رقم تجارت کی غرض سے دی گئی ہو تو کمپنی اور بیمہ دار کی شراکت نفع اور نقصان دونوں میں ہونی چاہیے، جب کہ اس کاروبار میں نفع ہی کی امید اور لالچ ہوتا ہے اور وہ بھی متعین اور مقرر! ـــــ جب منافع اس انداز سے متعین کر لیا جائے تو بلاشبہ وہ سود بن جاتا ہے۔

اور اگر یہ رقم بطورِ امانت یا بطورِ قرض دی گئی ہو، تو جس قدر رقم دی گئی تھی اسی قدر واپس لینے کا حق ہے ـــــ اس سے زیادہ رقم کا لینا دینا بھی سود ہی ہے۔

معاہدہ کے مطابق اگر بیمہ دار بیمہ کمپنی کو جملہ اقساط ادا کر دے تو کمپنی کی طرف سے بیمہ دار کو جملہ رقم مع منافع واپس کر دی جاتی ہے۔ یہ اصل رقم سے زائد جو رقم ہے، وہ سود ہی تو ہے، جسے منافع کا نام دے دیا گیا ہے۔

اور اگر بیمہ دار نے ابھی صرف چند اقساط ہی جمع کرائی ہوں، اور حادثہ کی صورت میں اس کی موت واقع ہو جائے، تو کمپنی کی طرف سے معاہدہ شدہ رقم کا دوگنا اس کے ورثاء کو دیا جاتا ہے ـــــ ادا کردہ رقم سے کئی گنا زائد اس رقم کی حیثیت کیا ہے؟ یہ بھی سود ہی ہے!

سود کے متعلق قرآنی ہدایات مندرجہ ذیل ہیں:

"اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا م وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ ط وَاَمْرُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ ط وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ ط وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ"

(البقرۃ: ۲۷۵-۲۷۶)

"جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا) ـــــ

حالانکہ سودے کو تو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور سُود کو حرام۔ تو جس شخص کے پاس اللہ تعالیٰ کی نصیحت پہنچی اور وہ (سُود لینے سے) باز آگیا تو جو پہلے ہو چکا وہ اس کا، اور (قیامت میں) اس کا معاملہ اللہ کے سپرد! اور جو پھر لینے لگا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں (جلتے) رہیں گے ــــــ اللہ تعالیٰ سود کو نابود (یعنی بے برکت) کرتا اور خیرات (کی برکت) کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گناہگار کو دوست نہیں رکھتا!"

ــــــ پھر ایک آیت چھوڑ کر فرمایا:

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ہ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ج وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ ج لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ" (البقرۃ: ۲۷۸ - ۲۷۹)

"ایمان والو، اللہ سے ڈر جاؤ، اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سُود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لیے خبردار ہو جاؤ ــــــ اور اگر توبہ کر لو گے (اور سُود چھوڑ دو گے) تو تم کو اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے جس میں نہ اوروں کا نقصان اور نہ تمہارا نقصان!"

جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے اور اس کی گواہی دینے والے، سب پر لعنت کی، اور ارشاد فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں:

"عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٰکل الرّبٰو وموکلہٗ وشاھدیہ وقال ھم سواء" (صحیح مسلم، کتاب الربٰو)

بیمہ کمپنیاں لوگوں کو سہانے خواب دکھا کر انہیں مغالطے دیتی ہیں کہ اس میں مستقبل کا تحفظ ہے، ورثاء کے ساتھ خیر خواہی ہے اور کمپنی کو آپ لوگوں سے ہمدردی ہے۔ یہ سب جھوٹ اور غلط ہے۔ اگر واقعی ان لوگوں کو غریبوں سے کچھ ہمدردی ہے تو اپنے اپنے علاقہ کے غریبوں کی دادرسی کیا کریں۔ اس کے لیے بیمہ کمپنی کی شراکت اور ان کا ممبر بننا تو کوئی ضروری نہیں۔

یہ سب اسی لیے واقع ہوا ہے کہ ہم نے مجموعی طور پر اسلامی تعلیمات سے منہ موڑ لیا ہے ورنہ غریبوں کی کفالت کی اصل ذمہ داری مسلمان حکومت اور حکومت کے کارندوں پر عائد ہوتی ہے۔

صحیح مسلم، کتاب الجمعہ کی ایک حدیث میں ہے:

"ثمّ یقول: انا اولیٰ بکلّ مومن من نفسہ، من ترک مالاً فلاھلہ ومن ترک دَیناً اوضیاعًا فالیّ وعلیّ"

"(حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ میں ہر مومن پر اس کی جان سے زیادہ حق رکھتا ہوں۔ جو شخص فوت ہوتے وقت مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے ورثاء کا ہے ـــ اور جو شخص مقروض ہو کر مرے یا ضعیف اولاد وغیرہ چھوڑ کر فوت ہو، تو اس کی کفالت کی ذمہ داری مجھ پر ہے"

اب چونکہ ہماری حکومتوں نے عملاً اسلامی تعلیمات چھوڑ رکھی ہیں تو اس قسم کے ادارے معرضِ وجود میں آگئے جو غریب لوگوں کو سنہرے مستقبل کے خواب دکھا کر ان کی رقموں سے خود کروڑ پتی بن جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں لوگوں کو پھنسانے کے لیے یہ لوگ بعض مرحوم علماء کے فتوے پیش کیا کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ان بزرگوں کے فتوے ہی نہیں۔ اور اگر یہ فتوے انہی کے ، تو بیمہ کی یہ تفصیل ان بزرگوں کے سامنے نہ تھی، جس وجہ سے انھوں نے اس کے فتوے جاری کر دیے۔ اور اگر بالفرض ان بزرگوں کو یہ تفصیل بھی معلوم تھی تو ہم کہیں گے کہ ہمارے لیے اصل قابلِ عمل دستور قرآنِ مجید و حدیث ہے نہ ان علماء کی تحریریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین!

ھٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب!